بسلسلہ صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی

اُمّ المؤمنین

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

لجنہ اماء اللہ

حضرت زینبؓ بنت جحش

امۃ الحفیظ ریحان

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ پاکستان کو صد سالہ خلافت جوبلی کے مبارک موقع پر بچوں کیلئے سیرت صحابیات پر کتب شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ کتاب دلچسپ اور آسان زبان میں ہو، تا بچے شوق سے پڑھیں اور مائیں بھی بچوں کو فرضی کہانیاں سنانے کی بجائے ان کتب سے اپنے اسلاف کے کارنامے سنائیں تا کہ بچوں میں بھی ان جیسا بننے کی لگن پیدا ہو۔

خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش

پیارے بچو!

جب سے خدا تعالیٰ نے اس دنیا کو بنایا ہے تو اسی وقت سے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نبیوں کو بھی بھیجنا شروع کر دیا۔تاکہ اللہ تعالی کے پیارے نبی اِس دنیا کے لوگوں کو نیک کام کرنے سکھائیں اور بُرے کاموں سے بچائیں۔اور پھر اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبیوں کو نیک بخت بیویاں بھی عطا فرمائیں جو اپنے شوہروں کی رہنمائی میں اللہ کے بتائے ہوئے رستے پر چلتی رہیں۔

ویسے تو ہر قوم اور ہر مذہب میں کئی مشہور اور نیک بخت عورتیں گزری ہیں لیکن ہمارے مذہب اسلام میں جتنی نیک بخت بیبیاں پیدا ہوئیں اور جس طرح تاریخ میں ان کا ذکر محفوظ ہے اس طرح کسی اور مذہب یا قوم کی عورتوں کا ذکر نہیں ملتا۔

اگرچہ ہر دور میں مسلمان عورتوں نے مذہبی،اخلاقی اور معاشرتی کارنامے سرانجام دیئے ہیں مگر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

نیک بخت بیویوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیٹیوں اور دوسری نیک اور بزرگ صحابیات کی حیثیت ایسی ہے کہ جو آج بھی ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔

صحابیات ان عورتوں کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر آپ ﷺ کی باتوں پر عمل کیا اور دین اسلام کو پھیلانے میں آپ ﷺ کی مددگار بنیں۔

ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ نبیوں کی بیویاں بھی نیک اور پاک عورتیں ہوتی ہیں اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی بیویاں تو بہت ہی زیادہ نیک اور پاک عورتیں تھیں کیونکہ خدا تعالی نے اپنی پیاری اور پاک کتاب قرآن مجید میں خود ان کے نیکی میں بلند مقام کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (سورہ الاحزاب:۳۳)

یعنی: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح ہرگز نہیں ہو (بلکہ تمہارا مقام بہت بلند ہے)۔

ایک اور بات ہم آپ کو بتائیں کہ جس طرح نبی مومن لوگوں کا روحانی باپ ہوتا ہے اس طرح نبی کی بیویاں مومن لوگوں کی روحانی مائیں

ہوتی ہیں۔اسی لئے انہیں ''اُمَّہات المؤمنین'' کہا جاتا ہے یعنی مومنوں کی مائیں۔کیونکہ مذہب اسلام نے عورت کو جو اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور پھر اس کی روشنی میں ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جو تربیت کی اُس میں ہماری پیاری اُمَّہات المؤمنین کا بھی بہت حصہ ہے۔ وہ اس طرح کہ چونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہونے کی حیثیت سے ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم سیکھتی ہیں اور پھر وہ علم دوسری عورتوں کو سکھاتی ہیں۔اوراس وجہ سے خدا تعالیٰ نے ازواجِ مطّہرات یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کو مومنوں کی مائیں بنا دیا اور اپنے پاک کلام میں فرمایا

وَاَزْوَاجُـهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:۷)

اوراس (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں اُن (مومن مسلمانوں) کی مائیں ہیں۔

اُمّہات المؤمنینؓ بہت ہی نیک عورتیں تھیں اور نیک کام کرتی تھیں اگر ہم بھی آج اُن کے نمونہ پر چل کر نیک کام کریں تو ہم دین و دنیا یعنی دونوں جہانوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور اللہ کے پیارے بندوں میں

شامل ہو سکتے ہیں۔

آج ہم آپ کو اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا بنت جحش کے حالات زندگی اور سیرت کے متعلق بتائیں گے۔

حضرت زینبؓ بنت جحش ان خوش نصیب عورتوں میں سے تھیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بننے کا اعلیٰ رُتبہ ملا۔ آپؓ اُن نیک بخت خواتین میں سے ایک تھیں کہ جن کے ساتھ نکاح کا حکم خود خداتعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک زوجہ کا نام زینبؓ تھا کُنیت (یعنی جس نام سے پُکاری جاتی تھیں) اُمُّ الحکیم۔قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

قریش اُس قبیلہ کا نام ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ یہ قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔عربی زبان میں ''قُریش'' کے ایک معنی ''اکٹھا کرنے'' کے ہیں اور چونکہ قصی بن کلاب جو اس قبیلے کا ایک بڑا بزرگ تھا اُس نے قبیلہ قریش کے مختلف خاندانوں کو جمع کر کے مکّہ میں آباد کیا تھا۔تو اس وجہ سے اس کا نام قریش

رکھا گیا تھا اور یہ قبیلہ قریش عرب کا ایک عزّت والا قبیلہ سمجھا جاتا تھا۔(1)

حضرت زینبؓ کے والد کا نام جحش بن رباب تھا اور والدہ کا نام امُیمہ تھا جو حضرت عبدالمطلّب کی بیٹی تھیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں اس طرح سے حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں۔

جب ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے خبر پا کر اسلام کا اعلان کیا تو مکّہ کے وہی لوگ جو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق یعنی سچے اور امین یعنی امانتدار کے نام سے پُکارتے تھے آپ ﷺ کے سخت دشمن ہو گئے لیکن ان حالات میں بھی خدا کے کچھ نیک بندے ایسے تھے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سچ مانا اور آپ ﷺ کی دعوتِ اسلام کو قبول کر کے اپنے رب کی رضا حاصل کر لی۔

ان ہی بابرکت لوگوں میں عبداللہؓ بن جحش (جو کہ حضرت زینبؓ کے سگے بھائی تھے) نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے ماموں زاد بھائی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ان کے ساتھ ہی ان کے خاندان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔جن میں ان کی بہن

زینبؓ بنت جحش بھی ایمان لا کر السّابقون الْاَوَّلُوْنَ (پہلے ایمان لانے والے لوگوں) میں شامل ہو گئیں۔

تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ آپؓ كَانَتْ قَدِيْمَةُ الْاِسْلَامِ تھیں (یعنی اوّل دور میں اسلام لانے والی خاتون تھیں)۔(2)

اُمُّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش ایسی نیک اور بزرگ ہستی تھیں کہ اُن کے اندر نیکی کے بہت سے پہلو جمع تھے۔

آپؓ کو سب سے بڑی فضیلت اور شرف تو یہی حاصل تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ افضل شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے ماموں زاد اور شوہر تھے۔

حضرت زینبؓ کے ایک بھائی حضرت عبد اللہؓ بن جحش وہ خوش نصیب انسان تھے جن کے ہاتھ سے سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا۔ پھر آپؓ کے دوسرے بھائی ابو احمدؓ بن جحش اسلام کے نامور شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔

پھر حضرت زینبؓ کی بہن حضرت حمنہؓ بھی اسلام قبول کرنے والے پہلے لوگوں میں شامل تھیں حضرت زینبؓ کی والدہ محترمہ اُمیمہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔

جب شروع شروع میں مکّہ کے نیک صفت لوگوں نے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام کو قبول کر لیا اور خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو پانے کے لئے دن رات خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُکموں پر عمل کرنے لگے یعنی بُرے کاموں کو چھوڑ کر ہر نیک کام کرنے لگے اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے لگ گئے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگ گئے، جھوٹ کو چھوڑ کر سچ بولنے لگے، شراب پینا چھوڑ دی، جُوا کھیلنا چھوڑ دیا، لغو گانے اور سُننے چھوڑ دیئے اور ہر وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر نیک باتیں سُننے اور کرنے لگ گئے۔ مکّہ کے لوگ جو بُتوں کی پوجا کرتے تھے اور ایک خدا کو نہیں مانتے تھے اور دنیا کی ہر بُرائی کو وہ اپنے لئے جائز سمجھتے تھے ان کو مسلمانوں کی یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ اپنے باپ دادا کی جاری کردہ رسمیں اور بُرائیاں چھوڑ دیں۔

مکّہ کے کافروں کے سرداروں نے اس میں اپنی بے عزّتی محسوس کی کہ لوگ اُن کی بات نہ مانیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں۔ لیکن چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کے ایک سردار کے ہی بیٹے اور پوتے تھے اس لئے سردارانِ مکّہ شروع شروع میں آپ ﷺ کو زیادہ تنگ نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کے ماننے والوں کو

انہوں نے خوب ستانا شروع کر دیا، اور بعض اوقات تو غریب مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے۔ یہاں تک کہ کسی غریب مسلمان کو تپتی ریت پر گھسیٹا جاتا اور کبھی کسی کمزور مسلمان کو چٹائی میں لپیٹ کر دُھواں دیا جاتا کہ بندے کا سانس ہی گُھٹ کر بند ہو جائے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مظالم تھے جو وہ ان کمزور اور غریب مسلمانوں پر کرتے تھے۔

جب مسلمانوں پر ظلم بہت بڑھ گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔

ہجرت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شہر، کسی گاؤں یا کسی بستی میں کسی کو سُکھ نہ ملے اور بندہ ہر وقت پریشان رہنے لگے یہاں تک کہ خدا کی عبادت بھی سُکون سے نہ کر سکے تو ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو یہ آسانی دے رکھی ہے کہ ایسے حالات میں وہ کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ان کو سکون ملے اور وہ آسانی سے خدا کی عبادت کر سکیں۔

الغرض جب مکّہ میں قریش نے بہت زیادہ ظلم مسلمانوں پر کرنے شروع کر دیئے تو حضرت زینبؓ کا خاندان بھی مکّہ کے کافروں کے ظلموں کا شکار ہونے لگا۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بہن بھائیوں سے فرمایا کہ وہ لوگ حبشہ ہجرت کر جائیں۔ حبشہ ملک کا

نام ہے، جس کا بادشاہ نجاشی ایک رحم دل انسان تھا۔ اُن سے پہلے بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چند مسلمانوں کو حبشہ کی طرف بھیج چکے تھے چنانچہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں کا دوسرا قافلہ حبشہ کی طرف جانے لگا تو حضرت زینبؓ اپنے سارے خاندان کے ساتھ اپنے بھائی عبداللہؓ بن جحش کی سرکردگی میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔

اس ہجرت میں حضرت زنیبؓ کے تین بھائی ابواحمدؓ، عبید اللہ، عبداللہؓ، بہن حمنہؓ اور عبید اللہ کی بیوی اُمِّ حبیبہؓ بنت ابوسُفیان بھی شامل تھیں۔

حبشہ میں رہائش کے دوران حضرت زینبؓ کے ایک بھائی عبید اللہ وہیں فوت ہو گئے۔ اس دوران سب نے سُنا کہ اب مکّہ کے حالات بہتر ہو گئے ہیں اس لئے اب واپس مکّہ چلنا چاہئے۔

دوسرے ملک میں یا دوسرے کے گھر میں چاہے کتنی ہی سہولتیں ہوں۔ پھر بھی اپنا ملک اور اپنا گھر ہی سب کو اچھا لگتا ہے چنانچہ مکّہ سے جو لوگ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے انہیں اپنے وطن کی یاد ہر وقت ستاتی تھی اور وہ اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ اس لئے جونہی اُنہوں نے سُنا کہ اب مکّہ میں حالات بہتر ہیں تو حضرت عبداللہؓ بن جحش اپنے خاندان کو لے کر واپس مکّہ آ گئے لیکن واپس آ کر انہیں یہ دیکھ کر

بہت دُکھ اور مایوسی ہوئی کہ مکّہ کے حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی۔

اُس وقت آج کل کی طرح کی سہولیات تو نہیں تھیں کہ فون پر ساری خبریں لے لیں یا پھر ٹی۔وی پر ساری دنیا کی خبریں دیکھ لیں۔ بلکہ بڑے مشکل حالات اور مشکل سفر ہوتے تھے۔ لوگ پیدل یا اُونٹوں پر سفر کرتے تھے اور اس طرح تھوڑا سا فاصلہ بھی طے کرنے کے لئے کئی کئی دن لگ جاتے تھے اور بعض اوقات صحیح خبریں بھی نہیں پہنچتی تھیں۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہؓ بن جحش نے یہ دیکھا کہ مکّہ کے حالات تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئے ہیں اور مسلمانوں کے لئے اب اس شہر میں رہنا ممکن نہیں تو انہوں نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے سارے خاندان کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں کے جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا انہوں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ ہمارے شہر میں امن ہے اس لئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والے مومن مسلمان مدینہ آجائیں تو سُکون سے رہیں گے۔

جب حضرت زینبؓ کے بھائی حضرت عبد اللہؓ بن جحش اپنے سارے خاندان کے ساتھ مدینہ پہنچے تو مدینہ کے ایک مخلص مسلمان حضرت

عاصمؓ بن ثابت بن ابی افلح انصاری نے ان کے سارے خاندان کو اپنا مہمان بنایا اور جب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان ''اَخُوَّت'' یعنی بھائی چارے کا رشتہ قائم کر کے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔

مذہب اسلام نے جہاں ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرنے اور ہر برائی سے بچنے کی تاکید کی ہے وہاں اسلام کا ایک اور بھی بہت بڑا مقصد تھا اور وہ یہ تھا کہ اُس وقت لوگوں کے درمیان جو جاہلیت کے زمانے کی باتیں اور رسمیں تھیں ان کو بھی ختم کرنا چاہیے۔ مثلاً اُس وقت لوگوں میں غریبی، امیری، ذات پات، رنگ و نسل اور خاندانوں کی اُونچ نیچ کی بڑی اہمیت تھی۔

لیکن جب ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے آ کر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بُلایا اور نیکی اور بدی کا فرق سمجھایا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:۱۴)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزّت دار وہ ہے جو متقی ہے۔

''متقی'' کا مطلب ہے پرہیز گار اور پرہیز گار کا مطلب ہے خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا اور خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والا۔ یعنی بندہ وہ کام

کرے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے اور اُس کام سے رُک جائے جس کام کو کرنے سے خدا تعالیٰ منع کرے گویا ہر نیک کام کرنے والا اور بُرے کام کو چھوڑنے والا متقی کہلائے گا۔

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان عملی طور پر برابری کا رشتہ قائم کرنے کا سوچا اور پھر عمل کر کے دکھلایا بھی۔

اس زمانے میں عرب میں غلام رکھنے کا رواج بہت تھا جس طرح ہم لوگ گھروں میں نوکر کام کے لئے رکھ لیتے ہیں اور انہیں تنخواہ بھی دیتے ہیں اور کھانا بھی، مگر وہ اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے جس دن دل چاہے کام کرتا ہے دل نہ چاہے تو نہیں کرتا۔ لیکن اُس زمانے میں امیر لوگ غلام خرید لیتے تھے۔ غریب لوگ اپنے بچوں کو پیسوں کی خاطر بیچ دیتے تھے اور پھر وہ ساری زندگی اپنے خریدار کے غلام بن جاتے تھے۔ انہیں کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ صرف روٹی، کپڑا تھوڑا بہت مل جاتا تھا اور اگر ان کی اپنی مرضی نہ بھی ہو تب بھی انہیں اپنے مالک کا کام کرنا ہوتا تھا۔

لیکن ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بالکل پسند نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق

ہیں کسی کو کسی پر کوئی بڑائی یا فوقیت حاصل نہیں ہاں اللہ کے حکم سے بڑائی نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت خدیجہؓ نے شادی کے بعد اپنا سارا مال اور اپنے سارے غلام تحفتہً دے دیئے تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی منشاء کے مطابق یہ غلام و آقا والا فرق ختم کیا۔اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے ہی گھرانے اور خاندان کو منتخب کیا۔

چنانچہ تقویٰ کو بنیاد بناتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینبؓ بنت جحش کو اپنے چہیتے غلام حضرت زیدؓ سے نکاح کا پیغام دیا۔

حضرت زیدؓ پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلام تھے جن کو حضرت خدیجہؓ نے خرید کر اپنے شوہر نامدار سرورِ دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفتہً پیش کیا تھا اور پھر حضرت زیدؓ بن حارثہ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ ﷺ سے بے حد پیار کرنے لگے۔اور یہ

پیاراس قدر بڑھ گیا کہ جب حضرت زیدؓ کے والد اور چچا اُن کو واپس لینے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنے پیارے آ قا صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا اور اپنے والد اور چچا کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا۔

پیارے آ قا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ کی اس محبت سے اس قدر خوش ہوئے کہ اس وقت کے دستُور کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو ''مُتبنّٰی''، یعنی مُنہ بولا بیٹا بنالیا۔

یہ وہی زیدؓ بن حارثہ تھے جن کے ساتھ نکاح کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینبؓ بنت جحش کو دیا تھا۔

لیکن حضرت زینبؓ کو بعض وجوہات سے یہ رشتہ پسند نہیں تھا کیونکہ بہرحال آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے تھیں اور دینی و دُنیاوی لحاظ سے بھی آپؓ کے خاندان کو اعلیٰ مقام حاصل تھا کیونکہ حضرت زینبؓ ایک بزرگ اور باعزّت بنو ہاشم کے خاندان سے تھیں جن کو خانہ کعبہ کی تولیّت بھی حاصل تھی۔

خانہ کعبہ کی تولّیت کا مطلب یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے نظام کی ساری ذمہ داری جو خاندان سنبھالتا ہے اس کو متولّی کہا جاتا تھا۔ خاص طور پر حج کے دنوں میں حاجیوں کو پانی پلانا، ان کو کھانا کھلانا اور اس کے علاوہ خانہ

کعبہ کی حفاظت اور صفائی ستھرائی کے کاموں کا ذمہ بھی متولّی خاندان کا ہوتا تھا (اور خانہ کعبہ کا متولّی ہونا بڑا فخر کا باعث سمجھا جاتا تھا) جب تک حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ رہے وہ خود کعبہ کے متولّی تھے اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے متولّی ہوئے اور پھر مختلف خاندانوں سے ہوتے ہوتے ایک لمبے عرصے کے بعد دوبارہ خانہ کعبہ کی تولّیت قصی بن کلاب کے پاس آ گئی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے اور یہ قصی بن کلاب ہمارے پیارے آقا آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے دادا تھے۔ خانہ کعبہ کی اس تولّیت کی وجہ سے ہی قریش عزّت والا قبیلہ مانا جاتا تھا۔

حضرت زیدؓ ایک آزاد کردہ غلام تھے اس لئے حضرت زینبؓ نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

لَا اَرْضَاہُ لِنَفْسِیْ (3)

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نفس اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ لیکن آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح میں بہتری سمجھتے تھے اور حقیقت میں اس نکاح سے آقا و غلام کا فرق مٹا کر اسلامی برابری کی تعلیم کی شروعات کرنا چاہتے تھے۔ حضرت زینبؓ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا بہت احترام تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہ آیت نازل کردی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

''اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ کردیں تو وہ (پھر بھی) اپنے معاملے کا اپنی مرضی سے فیصلہ کریں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی کھلی گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔'' (الاحزاب: ۳۷)

جب حضرت زینبؓ نے خدا کا یہ حکم سُنا تو ان کو تو اب صرف اور صرف خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا کرنے کی تمنّا تھی اوران کو اپنی خواہش سے زیادہ خدا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پیاری تھی۔ چنانچہ آپؓ نے رضا مندی ظاہر کر دی اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا۔

حضرت زینبؓ باوجود اس کے کہ وہ اس رشتہ کو پسند نہیں کرتی تھیں اور صرف اور صرف اپنے رب کی رضا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر ان سے شادی کر لی تھی اور پوری دیانتداری سے اُس کو نبھانے کی کوشش بھی کر رہی تھیں لیکن دونوں کے مزاج اور

طبیعت میں بہت فرق تھا اور اس مزاج کے مختلف ہونے کی وجہ سے آئے دن دونوں میں اختلافات ہونے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت زیدؓ نے محسوس کیا کہ اب ان کا اکٹھے گزارہ نہیں ہو سکتا تو انہوں نے پیارے آقا ﷺ سے جا کر طلاق کی اجازت مانگی لیکن پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو نبھانے اور طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کی وجہ یہ تھی کہ اوّل تو اصولاً آپؐ طلاق کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا۔

''ساری حلال چیزوں میں سے طلاق خدا تعالیٰ کو زیادہ ناپسند ہے۔'' (4)

مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو تقویٰ کی نصیحت کر کے طلاق دینے سے منع فرمایا اور آپؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کے سامنے سر جھکا کر گھر واپس آ گئے۔ مگر اُکھڑی ہوئی طبیعتوں کا ملنا مشکل تھا اور جو بات نہ بننی تھی نہ بنی اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی۔ (5)

طلاق کے بعد جب حضرت زینبؓ کی عدّت ختم ہو چکی تو اُن کی شادی کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر وحی نازل ہوئی کہ آپ ﷺ

انہیں خود اپنے عقد یعنی نکاح میں لے لیں۔ اور اس خدائی حکم میں تین حکمتیں تھیں۔ **ایک** تو یہ کہ اس طرح حضرت زینبؓ کی دلداری ہو جائے گی اور **دوسری** یہ کہ طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا مسلمانوں میں بُرا نہ سمجھا جائے گا۔ اور **تیسری** حکمت یہ تھی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے شادی کرلیں گے تو اس بات کا مسلمانوں میں عملی اثر ہوگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور نہ اس پر حقیقی بیٹوں والے احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور پھر اس کی وضاحت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اس طرح کردی فرمایا:۔

''نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں نہ ہوں گے۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیّین ہیں۔''

(الاحزاب:۴۱)

گویا خدا تعالیٰ نے یہ وضاحت کردی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں اور حضرت زیدؓ چونکہ منہ بولے بیٹے ہیں اس لئے ان کو حقیقی بیٹے والی حیثیت حاصل نہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے عرب کی جاہلانہ رسم کو پورے طور پر مٹانے کے لئے فرمایا:۔

''جب زیدؓ نے زینبؓ سے قطع تعلق کر لیا تو ہم نے زینبؓ کی شادی تیرے ساتھ کر دی تا کہ مؤمنوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی طلاق یافتہ بیویوں کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی روک نہ رہے بعد اس کے کہ وہ منہ بولے بیٹے اپنی بیویوں کے ساتھ تعلق توڑ لیں اور خدا کا یہ حکم اِسی طرح پورا ہونا تھا۔'' (الاحزاب:۳۸)

(ترجمہ از سیرت خاتم النبیّین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

الغرض اس خدائی وحی کے نازل ہونے کے بعد جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہش اور خیال کا قطعاً کوئی دخل نہیں تھا آپ ﷺ نے زینبؓ کے ساتھ شادی کا فیصلہ فرمایا اور پھر زیدؓ کے ہاتھ ہی زینبؓ کو شادی کا پیغام بھیجا۔(6)

چنانچہ جب حضرت زیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت زینبؓ کو دیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں بغیر استخارہ کئے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔اور پھر استخارہ میں تسلی ہونے کے بعد ہاں کر دی۔

حضرت زینبؓ کی یہ شادی ۵ ہجری کو اُن کے بھائی ابو احمدؓ بن جحش نے کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 400 درہم اُن کا مہر باندھا اور اس طرح یہ نیک بخت خاتون پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل

ہوکر ''اُمُّ المؤمنین'' کا لقب پا گئیں۔

شادی کے دوسرے دن پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کا اہتمام کیا۔ اس ولیمے میں روٹی سالن کا انتظام تھا۔ انصار میں حضرت اُمِّ سلیمؓ نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں خالہ تھیں اور حضرت انسؓ کی والدہ تھیں انہوں نے مالیدہ (ایک خاص قسم کا حلوہ) بھیجا تھا۔ غرض سب چیزیں جمع ہوگئیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو لوگوں کو بُلانے کے لئے بھیجا۔

300 آدمیوں نے دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیوں کی ٹولیاں کر دی تھیں۔ لوگ باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے تھے۔

اس دعوتِ ولیمہ کے موقع پر ہی اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیات نازل کیں۔ اور اس کی وجہ یہ بنی تھی کہ لوگ ولیمے کا کھانا کھا کر وہیں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئے اور کسی کو اُٹھنے کا خیال ہی نہ آیا اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم مرّوت میں اُنہیں اُٹھنے کے لئے نہیں کہتے تھے اور بار بار اندر آتے اور باہر جاتے۔ اسی مکان میں حضرت زینبؓ بھی دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی تھیں۔ جب بہت دیر ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بہت تکلیف ہوئی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیات نازل کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اے مومنو! نبیؐ کے گھروں میں سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے بُلایا جائے، ہرگز داخل نہ ہوا کرو۔ وہ بھی اس شرط سے کہ کھانا پکنے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہا کرو اور نہ باتیں کرنے کے شوق میں بیٹھے رہا کرو۔ ہاں جب تم کو بُلایا جائے تو پھر ضرور چلے جایا کرو۔ یہ اَمر (یعنی بے فائدہ بیٹھے رہنا یا پہلے آ جانا) نبی کو تکلیف دیتا تھا مگر وہ (تمہارے جذبات کا خیال کرتے ہوئے) تم کو منع کرنے سے حیا کرتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ سچی بات بیان کرنے سے (لوگوں کے خیالات کی وجہ سے) باز نہیں رہتا اور چاہیئے کہ جب تم ان (یعنی نبی کی بیویوں) سے کوئی گھر کی چیز مانگو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے لئے بہت اچھی ہے۔'' (الاحزاب:۵۴)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر آنا منع ہو گیا۔ یہ واقعہ ہجرت کے پانچویں سال کا ہے۔(7)

پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر نیکی کا گہوارہ تھے۔ آپ ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کی رفاقت پر ناز کیا کرتی تھیں اور آنحضور ﷺ سے سچی اور بے پناہ محبت کیا کرتی تھیں ان کے اخلاق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت آ کر اور زیادہ اچھے ہو گئے تھے اور ان کی رُوحانیت بھی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

حضرت زینبؓ بھی اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ اللہ نے ان کو آسمان سے آپ ﷺ کی زوجیت میں دیا ہے۔(8)

جس طرح حضرت زینبؓ کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ کا بڑا بلند مرتبہ تھا۔ اور ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے حُجرے میں نمازیں بھی ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ ایک بہت بڑی برکت تھی جو حضرت زینبؓ کو حاصل تھی۔

اس کے علاوہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ روزانہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے

تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور دلجوئی کے لئے اُن سے گفتگو فرماتے۔

حضرت زینبؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر میں جاتے کچھ دیر ٹھہرتے تو آپؓ کے ہاں سے شہد بھی نوش فرمایا کرتے تھے۔(9)

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ ﷺ کی تمام بیویاں بھی بہت سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔

اُمُّ المومنین حضرت زینبؓ بھی دنیا کی رنگینیوں، مال و دولت یا کسی اور چیز کا شوق نہیں رکھتی تھیں بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اپنے ہاتھ سے ریشم کا اُون بنا کر بیچتی تھیں اور ساری آمدنی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتی تھیں۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اپنے لئے خوش قسمتی کا باعث سمجھتیں اور بہت ہی زیادہ محبت سے اور شوق سے آپ ﷺ کی خدمت میں لگی رہتیں۔

اُمُّ المؤمنین حضرت زینبؓ تقویٰ و پاکیزگی اور پرہیزگاری میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ دل کی بہت سخی تھیں۔ اور خود محنت کر کے جو مال

کماتیں اُسے کھلے دل سے غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنے پر خرچ کر دیتیں۔ وہ مال خرچ کرنے میں جلدی کرتیں۔ اور اپنی ضروریات کی بالکل پرواہ نہ کرتیں۔

حضرت زینبؓ کی دریا دلی اور سخاوت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے سب سے پہلے کون وفات پا کر آپ ﷺ سے جا ملے گی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''تم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے۔'' (10)

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبے ہاتھوں والی کہنے سے مطلب یہ تھا کہ جو غریبوں کی زیادہ مدد کرتی ہو گی اور اپنا مال سب بیویوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتی ہو گی۔ لیکن ہوا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکباز بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہ سمجھ سکیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام ازواج کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا اس قدر شوق تھا کہ موت کی کسی کو ہرگز کوئی پرواہ نہ تھی اور ہر ایک بیوی یہ چاہتی تھی کہ وہ اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر سب سے پہلے ملے۔

چنانچہ ایک روایت ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ہم ازواج آپس میں کسی کے گھر پر جمع ہوتیں تو دیوار پر ہم اپنے ہاتھ خوب کھینچ کر رکھتیں اور ناپا کرتیں تھیں۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوُا کہ حضرت سودہؓ ہم میں سب سے زیادہ لمبی ہیں لہذا ان ہی کے ہاتھ بھی سب سے زیادہ لمبے تھے۔'' اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت سیدہ زینبؓ بنت جحش کا انتقال ہوُا تو اس وقت ہم نے سمجھا کہ لمبے ہاتھوں سے مُراد صدقہ و خیرات اور فیاضی تھی۔ جسمانی ڈیل ڈول نہ تھا۔ کیونکہ حضرت سیّدہ زینبؓ بہت دھان پان اور چھوٹے قد کی تھیں۔''

حضرت زینبؓ ایک دستکار تھیں اور اپنی محنت سے کما کر بے حد صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔ (11)

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''زینبؓ سے بڑھ کر کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی جو اپنی جان کو محنت میں کھپا کر مال کماتی اور صدقہ کر دیتی ہو اور اس کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کرتی ہو۔''

پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؓ کے صدق و صفا اور حق گوئی

(سچ بولنے کی عادت) کی بہت معترف تھیں کیونکہ ایک موقعہ پر (واقعۂ اِفک) پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے صاف لفظوں میں کہا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم۔ میں عائشہؓ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔'' (12)

حضرت زینبؓ کو معلوم تھا کہ حضرت عائشہؓ میری سوکن (یعنی اپنے شوہر کی دوسری بیوی) ہیں اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری ہیں۔ آپؓ چاہتیں تو اُس وقت کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتیں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں گرانے کا سبب بن سکتا تھا لیکن ان کے صدق وتقویٰ نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ خاموشی اپنا لیں۔ بلکہ پختہ یقین کے ساتھ فرماتی ہیں کہ ''خدا کی قسم! میں تو حضرت عائشہؓ میں خیر وخوبی اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔''

حضرت زینبؓ نہایت قناعت پسند اور فیاض (کھلے دل سے صدقہ خیرات کرنے والی) تھیں۔ اپنے محبوب خاوند کی طرح یتیموں اور بیواؤں کی خدمت میں راحت (آرام وسکون) پاتی تھیں۔ آپؓ کی وفات پر

مدینہ کے فقراء و مساکین میں سخت بے چینی پھیل گئی جس کا اظہار حضرت عائشہؓ نے یوں فرمایا کہ:۔

''وہ نیک بخت بے مثل خاتون چلی گئیں اور یتیموں اور بیواؤں کو بے چین کر گئیں۔''(13)

حضرت عائشہؓ کو حضرت زینبؓ کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا۔ آپؓ حضرت زینبؓ کے اوصاف یوں بیان کرتی ہیں کہ:۔

''میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار (ہمیشہ سچ بولنے والی)، زیادہ فیاض (کھلے دل سے غریبوں کی مدد کرنے والی)، مخیّر (بہت خیرات کرنے والی) اور خدا کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت (شرمندگی) بھی ہوتی تھی۔'' (14)

حضرت عائشہؓ سے ہی ایک روایت ملتی ہے جس میں آپؓ فرماتی ہیں:۔

''اللہ زینبؓ بنت جحش پر رحم کرے۔ واقعی ان کو دنیا میں بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بیاہ دیا اور اُن کے سبب سے قرآن کی بعض آیتیں اُتریں۔''(15)

حضرت اُمِّ سلمیٰؓ آپؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:۔

كَانَتْ صَالِحَةً، صَوَّامَةً، قَوَّامَةً (16)

یعنی حضرت زینبؓ بہت نیک خُو۔ روزہ دار اور بڑی عبادت گزار تھیں۔(17)

حضرت زینبؓ بنت جحش عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں نیز اپنے جسم اور نفس کو تکلیف میں ڈال کر بھی عبادت کرتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ اپنی عبادت کی جگہ ایک رسی لٹکائی ہوئی تھی اور آپؓ جب عبادت کرتے کرتے تھک جاتیں تو اُس کا سہارا لے لیتیں۔لیکن جب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے تھک کر عبادت کرتے رہنے اور سہارا لے کر عبادت کرنے سے منع فرمایا۔(18)

لیکن پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کی عبادت گزاری کے معترف بھی تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک آپؓ سے بے حد مشفقانہ تھا۔اس کا اظہار آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر بھی کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ:۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت

میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینبؓ بھی اس موقع پر موجود تھیں۔انھوں نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمرؓ کو نا گوار گزری تو انہوں نے ذرا تلخ لہجے میں حضرت زینبؓ کو دخل دینے سے منع کیا تو رسول خداﷺ نے فرمایا:۔

''عُمرؓ ان سے کچھ نہ کہو یہ اَوَّاہُ ہیں'' (19)

یعنی بڑی عبادت گزار اور خدا سے ڈرنے والی ہیں۔

حضرت زینبؓ کو کئی وجوہات کی بناء پر دوسری ازواج مطّہرات پر فوقیت حاصل تھی۔ کیونکہ آپؓ کو بہت اعزازات حاصل تھے۔

حضرت زینبؓ کو پہلا اعزاز یہ حاصل تھا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں سے آپؓ وہ واحد بیوی تھیں جو بیوی ہونے سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خونی رشتہ رکھتی تھیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

دوسرا اعزاز یہ تھا کہ آپؓ ان خوش قسمت ازواج مطہرات میں سے ایک تھیں جن کے ساتھ نکاح کا حکم خود خدا تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور اس کے متعلق قرآن کریم میں آیات بھی نازل ہوئیں۔

تیسرا اعزاز یہ تھا کہ حضرت زینبؓ کی حضرت زیدؓ کے ساتھ شادی

کر کے اسلامی مساوات کا عظیم نمونہ پیش کیا گیا۔ اور اس عظیم الشان نمونے میں آزاد و غلام کی تمیز مٹ گئی۔

پھر چوتھا اعزاز حضرت زینبؓ کو یہ ملا کہ حضرت زیدؓ سے طلاق کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہونے سے خدا تعالیٰ نے مُنہ بولے بیٹے کو اصل بیٹے کے برابر ہونے کی نفی کرنے کی آیات نازل کیں اور خاتم النبیّین کی آیت بھی نازل ہوئی۔

ایک اور اعزاز یہ ملا کہ حضرت سیدہ زینبؓ کے ولیمہ کے موقع پر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جن کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے پردہ کے احکام نازل فرمائے۔

ایک اعزاز آپؓ کو یہ بھی ملا کہ معجزانہ طور پر تھوڑا سا کھانا بہت سے آدمیوں کے لئے کافی ہو گیا اور سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

حضرت زینبؓ کو اپنی وفات کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا کیونکہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت زینبؓ کا سالانہ خرچہ بھیجا تو آپؓ نے اُس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور بزرہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دو۔ بزرہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے۔ انہوں نے کہا کپڑے کے نیچے جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ دیکھا تو 85 درہم نکلے۔

جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دُعا کی۔

''خدایا اس سال کے بعد میں عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اُٹھاؤں۔''(20)

چنانچہ آپؓ کی یہ دُعا قبول ہوئی اور اسی سال آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت زینب بنت جحش نے 53 سال کی عمر میں 20ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت سوائے ایک مکان کے اور کچھ نہ چھوڑا جو ولید بن عبد الما لک نے 50 ہزار درہم میں اُن کے رشتہ داروں سے خرید کر مسجد نبوی میں ملا دیا۔

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ قبر میں میّت اتارنے کی سعادت حاصل کریں لیکن اُمّہات المؤمنین کا ارشاد تھا کہ انہیں قبر کے سپرد وہی افراد کریں گے جو زندگی میں ان کے پاس آتے جاتے تھے یعنی جن سے شرعاً پردہ نہ تھا۔ چنانچہ اُسامہ بن زیدؓ محمد بن عبداللہؓ بن جحش، عبداللہ بن احمدؓ، محمد بن طلحہؓ بن عبداللہ نے حضرت زینبؓ کو جنّت البقیع میں قبر میں اُتارا۔ جب نعش قبر میں اُتاری جانے لگی تو کپڑا تان کر پردہ کر لیا گیا۔ آپؓ کی وفات کے دن شدید گرمی تھی اس لئے حضرت عمر فاروقؓ، نے جہاں قبر کُھد رہی تھی خیمہ

لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو جنّت البقیع میں کسی قبر پر نصب ہوا۔

خدا کی اَن گنت رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں اُس عظیم عورت (حضرت زینبؓ) پر جو یتیموں، بیواؤں اور فقراء و مساکین کی مربی (تربیت کرنے والی) ودستگیر (مدد کرنے والی) تھیں اور رسولِ خدا ﷺ کی بےمثل زوجہ مُطّہرہ تھیں۔

حوالہ جات

(1) (سیرۃ وسوانح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 11 از امتہ الرشید جمیل)

(2) اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۶۳

(3) (طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷)

(4) ابوداؤد کتاب الطلاق۔ سیرت خاتم النبیّین
(از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے)

(5) سیرت خاتم النبیّین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ (ایم اے)

(6) مسلم کتاب النکاح باب از واج زینب بن جحش سیرت خاتم النبیّین

(7) مطہّر عائلی زندگی صفحہ 67 از امتہ الرفیق ظفر صاحبہ

(8) مطہّر عائلی زندگی صفحہ 68 از امتہ الرفیق ظفر صاحبہ

(9) سیرت امہات المؤمنین صفحہ 660 از مولانا محمد عبد المعبود صاحب

(10) بخاری جلد اوّل صفحہ 191 از سیرۃ امہاتُ المؤمنین صفحہ 654

(11) بخاری جلد اوّل صفحہ 191، مسلم جلد دوم صفحہ 291 سیرت اُمہات المؤمنین صفحہ 254، صفحہ 255

(12) صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ 365 از سیرۃ امہات المؤمنین صفحہ 659

(13) طبقات جلد 8 صفحہ 78 مطہر عائلی زندگی صفحہ 69
(14) مطہر عائلی زندگی صفحہ 69، 70
(15) طبقات جلد 8 صفحہ 76 مطہر عائلی زندگی صفحہ 70
(16) اصابہ جلد 2 صفحہ 401
(17) مطہر عائلی زندگی صفحہ 70
(18) صحیح بخاری صفحہ 143
(19) اصابہ جلد 2 صفحہ 602 عائلی زندگی 68
(20) طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 309 سیرت اُمہاتُ المؤمنین صفحہ 657

جن کتب سے استفادہ کیا گیا

1۔ تفسیر کبیر
2۔ تفسیر صغیر
3۔ صحیح بخاری
4۔ سیرت خاتم النبیّین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے
5۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول و دوم از شبلی نعمانی صاحب
6۔ ملفوظات از حضرت مسیح موعود علیہ السلام
7۔ مطہر عائلی زندگی از امتہ الرفیق ظفر صاحبہ
8۔ سیر الصحابیات از سید سلیمان ندوی صاحب
9۔ سیرت امہات المؤمنین از مولانا محمد عبد المعبود صاحب
10۔ انوار العلوم از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)
11۔ حقائق الفرقان از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

حضرت زینب بنتِ جحشؓ

(Hadrat Zainab Bint-e-Jahsh[رضی])

Urdu

by Amatul Hafeez Rehan

Published in UK in 2007

Published by:
Islam International Publications Ltd.
'Islamabad' Sheephatch Lane,
Tilford, Surrey GU10 2AQ,
United Kingdom.

Printed in U.K. at:
Raqeem Press
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey
GU10 2AQ

ISBN: 1 85372 949 3